Reg: PCPB/458-S
NPR-295

صوت النجف

از مرکزی دفتر مرجع مسلمین و جہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف

ماہنامہ علمی سماجی ماہِ شوال المکرم ۱۴۴۱ ھ شمارہ 82

بانی

سماحۃ آیۃ اللہ العظمی المرجع الدینی الکبیر الشیخ بشیر حسین النجفی

مدیر اعلیٰ

جناب نصیر الدین

نائب مدیر اعلیٰ

حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ علی النجفی

انتظامی مدیر

مولانا قیصر عباس

معاونین:

مولانا سید محمد علی ہمدانی

مولانا محمد مجتبیٰ نجفی

مولانا محمد تقی ہاشمی

فوٹو گرافر

سید محمد حسین

رسالے کی سالانہ ممبرشپ حاصل کرنے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

00923125197082

اپنی تجاویز دینے کے لئے ہمیں ای میل کریں۔

Email:m.urdu@alnajafy.com

009647807363942

صوت النجف کو مقالات و تحریروں میں تدوین و ترمیم کا مکمل اختیار ہے۔

4 دنیا اور حضرت علیؑ

6 کبھی عبادت گناہ میں بدل جاتی ہے

8 دوسروں کی مدد کرنے کے آداب

11 مہمان نوازی اور اہل البیت علیہم السلام (۱)

14 جناب مختار ثقفیؒ (حصہ اول)

16 صالحین کی قبروں پر گنبدوں کی تعمیر

18 عبد العظیم حسنی

20 مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات

اللہ کی معرفت

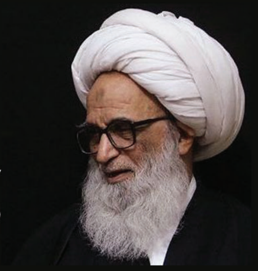

مرجع مسلمین وجہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف

یہ امر بھی عقل کی رو سے واضح ہے کہ نعمتوں کا شکر ادا کرنا اسی صورت میں ممکن ہے جب نعمتیں دینے والے کی معرفت حاصل ہو انسان ہمیشہ اپنے خالق و مالک کو پہچاننے کا متمنی رہا ہے اور انبیاءِ کرام اور اوصیاء علیہم السلام نے جس دین کی تعلیم دی ہے اس کا بنیادی نکتہ یہی معرفتِ الٰہی ہے جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دین کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے اور کمالِ معرفت اس کی تصدیق ہے اور کمالِ تصدیق اس کو وحدہ لاشریک ماننا ہے۔ آپ علیہ السلام کے اس قول سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہی اساسِ توحید ہے۔ خالقِ کائنات کے وجود پر اعتقاد فطرتِ انسانی کا اولین تقاضہ ہے جس کی بنیاد یہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ نقاش کے بغیر نقش اور عامل کے بغیر عمل رونما ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ اعتقاد ادنیٰ توجہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورہ شوریٰ کی آیت ۵۳ میں فرماتا ہے: سنریھم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسھم

کہ ہم ان کو آفاق اور ان کے اپنے نفسوں میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے۔

چنانچہ جو شخص بھی کائنات کے تغیرات اور اس کی روشن نشانیوں مثلاً آسمان، روشنی، تاریکی، پہاڑ اور بادل اور ان چیزوں کی بناوٹ اور حسن کا مشاہدہ کرے اور پھر اپنی ذات اور اس کی حیرت انگیز خلقت پر غور کرے تو اسے یقینِ کلی حاصل ہوگا کہ یہ سب کچھ ایک بااختیار ہستی نے بنایا ہے اور وہی اس کا نظام چلاتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ ابراہیم آیت ۱۰ میں فرماتا ہے:

أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

کیا اس اللہ میں شک ہے جو آسمان اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی جانب متوجہ کرنے کا مقصد عام لوگوں کی تعلیم اور اصلاح ہے۔
جہاں تک اس کے خاص اور برگزیدہ بندوں کا تعلق ہے ان کا اس ذاتِ اقدس سے ایک مقدس رابطہ قائم ہوتا ہے اور وہ ان کی معرفت کے بارے میں کسی دلیل کی مدد یا کسی نشانی سے استدلال کے محتاج نہیں ہوتے۔

دنیا اور حضرت علی علیہ السلام

مرجع مسلمین و جہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف

کبھی کبھی انسان اور اس کی عقل پر نفسانی خواہشات غالب آجاتی ہیں یا پھر وقتی جذبات اور جاذبیت کی دہلیز اور زائل ہونے والی لذات کے اندھیرے میں قوتِ رائے پر اس کے خیالات تسلط حاصل کر لیتے ہیں پس اس کے خیالات ہر اس چیز کو اس کے لئے منبع محبت بنا دیتے ہیں کہ جو ظاہری لذات کے مطابق اور نفسانی خواہشات کے مناسب ہو مثلاً خوبصورت شکل ، سریلی اور میٹھی آواز ، کوئی اچھا منظر اور جنسی خواہشات کی تسکین کا کوئی ذریعہ وغیرہ لہٰذا وہ ان چیزوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے ۔ لیکن جب رات سامان سفر باندھ کر تمام امور دن کے حوالے کرتی ہے تو نفسانی اور جنسی خواہشات پر مبنی محبت کی خواب آور گولیوں کا اثر ختم ہو جاتا ہے ، اس کے سامنے حقیقت روشن ہو کر واضح ہو جاتی ہے ، خواہشات کا اندھیرا چھٹ جاتا ہے اور پھر انسان کو اس چیز کی قباحت اور بد صورتی کا علم ہو جاتا ہے کہ جس کو وہ بہت ہی جمیل اور خوبصورت سمجھتا تھا ، جس چیز کو وہ اپنے لئے مناسب اور فائدہ مند سمجھتا تھا اس کو اپنے لیے نہایت نقصان دہ اور مضر سمجھنے لگتا ہے ، پس وہ جان لیتا ہے کہ جس چیز کو پانی سمجھتا تھا وہ حقیقت میں سراب ہے ۔

خیالات کی رسیوں اور نفسانی خواہشات کے جال سے بچنا فقط خدا کی مدد اور توفیق سے ہی ممکن ہے یا پھر انسان ان سے اسی صورت میں بچ سکتا ہے کہ جب وہ قربِ الٰہی کے انتہائی بلند مرتبے پر فائز ہو کہ جیسے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ذاتِ اقدس ہے ، پس امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں : '' الیک عنی یا دنیا ....فحبلک علی غاربک قد انسللت

یعنی : اے دنیا میرا پیچھا چھوڑ دے ، تیری باگ ڈور تیرے کاندھے پر ہے ، میں تیرے پنجوں سے نکل چکا ہوں ، تیرے پھندوں سے باہر ہو چکا ہوں اور تیری پھسلنے کی جگہوں میں بڑھنے سے قدم روک رکھے ہیں ۔ کہاں ہیں وہ لوگ جنہیں تو نے کھیل اور تفریح کی باتوں سے چکمے دیئے ؟ کدھر ہیں وہ جماعتیں جنہیں تو نے اپنی آرائشوں سے ورغلائے رکھا ؟ وہ تو قبروں میں جکڑے ہوئے اور خاکِ لحد میں دبکے پڑے ہیں ۔ اگر تو دکھائی دینے والا مجسمہ اور سامنے آنے والا ڈھانچہ ہوتی ، تو بخدا میں تم پر اللہ کی مقرر کردہ حدیں جاری کرتا کہ تو نے بندوں کو امیدیں دلا دلا کر بہکایا ، قوموں کی قوموں کو (ہلاکت کے) گڑھے میں لا پھینکا اور تاجداروں کو تباہیوں کے حوالے کر دیا اور سختیوں کے گھاٹ پر لا اتارا جن پر اس کے بعد نہ سیراب ہونے کے لئے اترا جائے گا اور نہ سیراب ہو کر پلٹا جائے گا ۔ پناہ بخدا جو تیری پھسلن پر قدم رکھے گا وہ ضرور پھسلے گا ، جو تیری موجوں پر سوار ہوگا وہ ضرور ڈوبے گا ، اور جو تیرے پھندوں سے بچ کر رہے گا وہ توفیق سے ہمکنار ہوگا ۔ تجھ سے دامن چھڑا لینے والا پرواہ نہیں کرتا اگرچہ دنیا کی وسعتیں اس کے لئے تنگ ہو جائیں ، اس کے لئے تو دنیا ایک دن کے برابر ہے کہ جو ختم ہوا چاہتا ہے ۔ مجھ سے دور رہ ، میں تیرے قابو میں آنے والا نہیں کہ تو مجھے ذلتوں میں جھونک دے اور نہ میں تیرے سامنے اپنی باگ ڈھیلی چھوڑنے والا ہوں کہ تو مجھے ہنکا لے جائے ۔ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں ایسی قسم کہ جس میں اللہ کی مشیت کے علاوہ کسی چیز کا استثناء نہیں کرتا کہ میں اپنے نفس کو ایسا سدھاؤں گا ، کہ وہ کھانے میں ایک روٹی کے ملنے پر خوش ہو جائے اور اس کے ساتھ صرف نمک پر قناعت کر لوں اور اپنی آنکھوں کے ڈھلے کو اس طرح خالی کر دوں گا جس طرح وہ چشمۂ آب کہ جس کا پانی تہ نشین ہو چکا ہو ۔ جس طرح بکریاں

پیٹ بھرنے کے بعد سینہ کے بل بیٹھ جاتی ہیں اور سیر ہو کر اپنے باڑے میں گھس جاتی ہیں کیا اسی طرح علی بھی اپنے پاس کا کھانا کھا لے اور بس سو جائے ؟ اس کی آنکھیں بے نور ہو جائیں اگر وہ زندگی کے طویل سال گزارنے کے بعد کھلے ہوئے چوپایوں اور چرنے والے جانوروں کی پیروی کرنے لگے ۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جس نے اللہ کے فرائض کو پورا کیا ، سختی اور مصیبت میں صبر کیے پڑا رہا ، راتوں میں اپنی آنکھوں کو بیدار رکھا اور جب نیند کا غلبہ ہوا تو ہاتھوں کو تکیہ بنا کر ان لوگوں کے ساتھ فرش خاک پر پڑا رہا کہ جن کی آنکھیں خوف حشر سے بیدار ، پہلو بچھونوں سے الگ اور ہونٹ ذکر خدا میں دھیمی آواز کے ساتھ متحرک رہتے ہیں اور کثرت استغفار سے جن کے گناہ چھٹ گئے ہیں یہی اللہ کا گروہ ہے اور بے شک اللہ کا گروہ ہی کامران ہونے والا ہے ۔

متقی بن جائیں امام زمانہ علیہ السلام خود آپ کو اپنے پاس بلا لیں گے۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ جب مولا حسین علیہ السلام مکہ سے عراق جا رہے تھے تو ایک منزل پر حضرت مسلم بن عقیل کے شہید ہونے کی خبر ملی تو آپ نے سب ساتھیوں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ مسلم شہید ہو گئے ، پس تم چلے جاؤ تو اس وقت کچھ لوگ آپ کو چھوڑ کر چلے گئے اور کچھ بچ گئے تو امام علیہ اسلام نے ان سے فرمایا کہ تم کیوں چھوڑ کر نہیں گئے تم چلے جاؤ ، قیامت کے دن میں تم پر دعوی نہیں کروں گا کہ تم نے مجھے کیوں چھوڑا تھا ، چلے جاؤ ، چلے جاؤ، اجازت ہے قیامت کے دن بھی تم سے سوال نہیں کروں گا۔ جبکہ امام حسین علیہ السلام بعض لوگوں کو خط لکھ کر بلاتے ہیں ، جلدی آؤ جلدی آؤ۔۔۔

تو آپ نے غور فرمایا کہ امام علیہ السلام اپنے اصحاب سے یہ مختلف برتاؤ کیوں تھا جو سامنے بیٹھے تھے ان کو کہتے ہیں اٹھ کر چلے جاؤ اور جو پاس نہیں ہیں ان کو اپنے پاس بلاتے ہیں مثلا حبیب ابن مظاہر اسی طرح امام حسین علیہ السلام نے اور بہت سارے اصحاب کو بھی خط لکھ کر بلایا تھا اور وہ آپ کے سامنے شہید ہوئے ہیں ۔ان میں حبیب کا نام معروف ہے چونکہ وہ بہت عظمت کے مالک تھے ورنہ اور بہت سارے لوگوں کو بھی امام علیہ السلام نے خط لکھ کر بلایا تھا۔ تو یہ مختلف برتاو کیوں ہے ، اس کی کیا وجہ ہے ، چونکہ یہ لوگ تقوی اور پرہیزگاری کے عظیم مقام پر فائز تھے اس لیے امام علیہ السلام نے ان کو اپنے پاس بلایا اور جس کو کہا چلے جاؤ وہ اس مقام پر فائز نہیں تھے۔

مرجع عالی قدر نے فرمایا کہ اے میرے بھائیو میرے بیٹو تم حبیب ابن مظاہر بن جاؤ ، امام زمانہ علیہ السلام خود آپ کو تلاش کریں گے ۔ خود آپ کو آپ اپنے پاس بلا لیں گے۔

آپ دنیا کے جس کونے میں ہوں اگر آپ حبیب بن گئے تو راکٹ سے زیادہ تیز فرشتے آپ کو مولا امام زمانہ علیہ السلام کے پاس لے آئیں گے ۔

آپ نے جناب بلقیس کے تخت کا واقعہ سنا ہوا ہے وہ چشم زدن میں حضرت سلیمان کے پاس آگیا تھا اسی طرح آپ بھی چشم زدن میں مولا کے پاس ہوں گے لیکن اگر آپ حبیب نہ بنے تو مولا امام زمانہ علیہ السلام فرمائیں گے کہ اٹھ کے چلے جاؤ آپ کی ضرورت نہیں ہے ۔

لہٰذا میرے بیٹو۔۔ مشکل ہم میں ہے امام میں نہیں ہے ، ہمارے آئمہ علیھم السلام اپنے شیعوں سے بہت محبت کرتے ہیں ۔ پس آپ متقی بن جاؤ۔

آپ نے قصہ سنا ہو گا کہ امام حسین علیہ السلام کا ایک زر خرید غلام تھا لیکن کربلا میں جب امام کا یہ غلام شہید ہوا ہے تو جس طرح امام حسین علیہ السلام نے اپنے بیٹے علی اکبر کے رخسار پر اپنا رخسار رکھا بالکل اسی طرح اس کے رخسار پر بھی اپنا رخسار رکھا ہے ۔

امام زمانہ علیہ السلام اسی امام حسین علیہ السلام کے پوتے ہیں لہٰذا میرے بیٹو متقی بن جاؤ ۔ اس طرح غلام بن جاؤ کہ تاکہ امام زمانہ علیہ السلام اپنی آغوش میں لے لیں۔

کبھی عبادت گناہ میں کب بدل جاتی ہے

مرجع مسلمین و جہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ
الحاج حافظ بشیر حسین نجفی
دام ظلہ الوارف

گناہوں کی مجموعی طور پر دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: گناہوں کی پہلی قسم میں وہ گناہ شامل ہیں کہ جن کا گناہ ہونا ہم سب پر واضح ہے اور ہم ان کو ان روایات و آیات سے بھی جان سکتے ہیں کہ جن میں شریعت نے ہمیں گناہوں سے آگاہ کیا ہے اور ہمیں ان کے ارتکاب سے منع کیا ہے، ان تمام گناہوں کو گناہان کبیرہ کا نام دیا جاتا ہے۔ ہمارے بہت سے علماء نے ان گناہان کبیرہ کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے اور ہمارے بہت سے فقہاء نے ان کی تشریح اور تفصیل میں متعدد کتب لکھی ہیں۔

دوسری قسم: دوسری قسم میں وہ گناہ شامل ہیں کہ جو انسان سے پوشیدہ ہوتے ہیں اور انسان ان کا ارتکاب اپنے باطن کی قباحت اور سیرت کے بُرے ہونے کی وجہ سے کرتا ہے۔ پس ایسا انسان اپنی قباحت کی طرف میلان اور داخلی گندگی کی بنا پر ان گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے بعض اوقات انسان ساری عمر ان گناہوں سے غافل رہتا ہے۔ لہٰذا خدا ہی ہے کہ جو انسان کو ان گناہوں سے بچائے، اس کو خواب غفلت سے بیدار کرے، اس کی رحمت اپنے لطف و کرم کے ہاتھ سے اسے پکڑ لے اور اسے ٹھوکر کھانے اور گناہوں کی دلدل میں منہ کے بل گرنے سے بچالے۔

اکثر و بیشتر انسان اپنے بارے میں سمجھتا ہے کہ وہ جس عمل میں مشغول ہے وہ عین عبادت ہے وہ اپنے آپ کو اس کے لئے تھکا بلکہ پیس دیتا ہے اس عمل کی خاطر اپنا خونِ دل صرف کرتا ہے لیکن جس عمل کو وہ عبادت سمجھ رہا ہوتا ہے وہ حقیقت میں گناہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسا عمل چاہے کتنا ہی طویل اور بامشقت ہو سوائے خدا سے دوری کے کوئی ثمرہ فراہم نہیں کرتا مثلاً اگر انسان کسی ایسے عمل یا ایسی عبادت کو انجام دے کہ جو اس پر واجب قرار دی گئی ہے اور وہ انسان اس بات کا یقین کرنے لگے یا اس گمان کا شکار ہو جائے کہ شریعت نے اس پر جس طرح سے اس واجب عمل کو انجام دینا فرض قرار دیا ہے یا عقلی طور پر جس طرح سے اسے یہ واجب عمل کرنا چاہئے تھا بالکل اسی طرح اس نے اسے انجام دے دیا ہے اور اس کی ادائیگی کا مکمل حق ادا کر دیا ہے تو ایسی صورت میں یہ عمل عبادت کی بجائے گناہ بن جائے گا۔

اگر آپ اپنے بارے میں غور کریں تو آپ کو اپنے تمام اعمال ایسے ہی نظر آئیں گے پس آپ سمجھتے ہیں کہ وضو کرنے کا جو حق تھا وہ آپ نے ادا کر دیا یا پھر غسل جس طرح سے آپ کو کرنا چاہئے تھا آپ نے شریعت کے تمام احکامات کے مطابق اس کو کر لیا ہے، آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے ہیں نماز ادا کرتے ہیں اور آپ کو اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ آپ نے

خدا کی عبادت ، اس کے سامنے رکوع اور اس کی بارگاہ میں سجدہ کرنے کا مکمل حق ادا کر دیا ہے، وہ جہالت کہ جس میں انسان زندگی بسر کر رہا ہے ، وہ عمر کی فیاضیاں کہ جن میں انسان گم ہو چکا ہے ، وہ گمراہیاں کہ جن میں انسان غرق ہو گیا ہے ، وہ گناہوں کے گھڑھے کہ جن میں انسان پھسل چکا ہے ، وہ خدا کے بنائے ہوئے قوانین کہ جن کو انسان توڑ چکا ہے اور وہ نافرمانیاں جن کا انسان ارتکاب کرتا ہے انسان کو اس یقین کے عالم میں لے آتی ہیں کہ جہاں انسان اپنے بارے میں یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ وہ اس کے اعمال بندگی کا حق ادا کرنے کے لئے کافی ہیں اور وہ ویسے ہی ہے کہ جس طرح اسے ہونا چاہیئے ۔ اور یہ ایسی بات ہے کہ جس کا اعتقاد معصوم بھی نہیں رکھتے ۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی بعض دعاؤں میں مذکور ہے : ''

اللَّهُمَّ إِنَّ أَحَداً لا يَبْلُغُ مِنْ شُكْرِكَ غَايَةً إِلَّا حَصَلَ عَلَيْهِ مِنْ إِحْسَانِكَ مَا يُلْزِمُهُ شُكْراً. وَ لا يَبْلُغُ مَبْلَغاً مِنْ طَاعَتِكَ وَ إِنِ اجْتَهَدَ إِلَّا كَانَ مُقَصِّراً دُونَ اسْتِحْقَاقِكَ بِفَضْلِكَ فَأَشْكَرُ عِبَادِكَ عَاجِزٌ عَنْ شُكْرِكَ، وَ أَعْبَدُهُمْ مُقَصِّرٌ عَنْ طَاعَتِكَ لا يَجِبُ لِأَحَدٍ أَنْ تَغْفِرَ لَهُ بِاسْتِحْقَاقِهِ، وَ لا أَنْ تَرْضَى عَنْهُ بِاسْتِيجَابِهِ فَمَنْ غَفَرْتَ لَهُ فَبِطَوْلِكَ، وَ مَنْ رَضِيتَ عَنْهُ فَبِفَضْلِكَ

(الصحیفۃ السجادیۃ؛ ص۱۶۲شکر کی ادائیگی میں کوتاہی کے اعتراف کے بارے میں دعا)

یعنی : اے میرے اللہ جب بھی کوئی بندہ تیرے شکر کی کسی حد تک پہنچتا ہے تو اسے تیرا ایسا احسان حاصل ہو جاتا ہے کہ جو اس کے لئے شکر کو پھر سے لازمی قرار دے دیتا ہے ، اگر کوئی کوشش کرکے تیری فرمانبرداری کی کسی منزل پر پہنچتا ہے تو تیرے فضل و احسان کی وجہ سے جو فرمانبرداری کا حق تھا اس میں خود کو کوتاہ و تقصیر وار پاتا ہے ، تیرے بندوں میں سے سب سے زیادہ شکر کرنے والا بندہ بھی تیرے شکر سے عاجز ہے اور سب سے زیادہ عبادت کرنے والا بندہ بھی تیری فرمانبرداری میں کوتاہ ہے ، کوئی ایسا بندہ نہیں کہ جس کو تو (اس کے) بخشش کا حقدار ہونے کی بنا پر معاف کرے اور نہ کوئی ایسا شخص ہے کہ جس سے تو (اس کی) اطاعت کی بنا پر راضی ہو ، پس تو جس کو بھی معاف کرتا ہے تو فقط اپنے احسان کی بنا پر اور جس سے راضی ہوتا ہے تو فقط اپنے فضل و کرم کی بنا پر ۔

اور اسی معنی و مفہوم کی طرف سید الشہداء علیہ السلام بھی دعا عرفہ میں اشارہ کرتے ہیں :

أَنْ لَوْ حَاوَلْتُ وَ اجْتَهَدْتُ مَدَى الْأَعْصَارِ وَ الْأَحْقَابِ لَوْ عُمِّرْتُهَا أَنْ أُؤَدِّيَ شُكْرَ وَاحِدَةٍ مِنْ أَنْعُمِكَ مَا اسْتَطَعْتُ ذَلِكَ إِلَّا بِمَنِّكَ الْمُوجِبِ عَلَيَّ شُكْراً آنِفاً جَدِيداً وَ ثَنَاءً طَارِفاً عَتِيداً أَجَلْ وَ لَوْ حَرَصْتُ وَ الْعَادُّونَ مِنْ أَنَامِكَ أَنْ نُحْصِيَ مَدَى إِنْعَامِكَ سَالِفَةً وَ آنِفَةً لَمَا حَصَرْنَاهُ عَدَداً وَ لا أَحْصَيْنَاهُ أَبَداً هَيْهَاتَ أَنَّى ذَلِكَ وَ أَنْتَ الْمُخْبِرُ عَنْ نَفْسِكَ فِي كِتَابِكَ النَّاطِقِ وَ النَّبَإِ الصَّادِقِ- وَ إِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لا تُحْصُوها صَدَقَ كِتَابُكَ اللَّهُمَّ وَ نَبَؤُكَ وَ بَلَّغَتْ أَنْبِيَاؤُكَ وَ رُسُلُكَ مَا أَنْزَلْتَ عَلَيْهِمْ مِنْ وَحْيِكَ وَ شَرَعْتَ لَهُمْ مِنْ دِينِكَ

یعنی : اگر زمانے اور دہر کے برابر میری عمر ہو اور میں تیری نعمتوں میں سے کسی ایک نعمت کا شکر ادا کرنے کی کوشش اور جد و جہد کروں تو میں ایسا نہیں کر پاؤں گا مگر تیرے احسان کے ذریعے کہ جس کی وجہ سے مجھ پر ہمیشہ کے لئے مسلسل تیرا نئے سرے سے شکر اور تیری حمد و ثنا واجب ہو جائے گی اگر میں اور تیری مخلوق میں سے شمار کرنے والے سب مل کر ماضی اور حال میں تیری عطا کردہ نعمتوں کو شمار کرنا چاہیں تو نہ ہم ان کی تعداد معلوم کر سکتے اور نہ ہی کبھی ان کو شمار کر سکتے ہیں ، میرے لئے ایسا ممکن نہیں ہے جب کہ تو نے خود اپنی ناطق کتاب اور سچی خبر میں بتایا ہے کہ : اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم انہیں گن نہیں سکتے ۔ اے اللہ تیری کتاب اور تیری خبریں سچی ہیں اور تیرے انبیاء اور رسولوں نے وہ سب ہم تک پہنچا دیا ہے کہ جو تو نے ان پر اپنی وحی کے ذریعے نازل کیا اور جو تو نے اس کے ذریعے اپنے دین میں سے ان کے لیے واضح کیا ۔ (بحار الأنوار (ط - بیروت) ؛ ج۹۵ ؛ ص۲۱۸)

اگر آپ غور سے دیکھیں تو آپ کی تمام عبادات ابتداء یا درمیان یا انتہاء پر اس قبیح خطرے میں نظر آئیں گی آپ دیکھیں گے کہ آپ اپنی عبادات کے بارے میں مطمئن ہیں کہ گویا آپ نے عبادت کا پورا پورا حق ادا کر دیا ہے اور یہی چیز خود پسندی تکبر اور فخر کا پیش خیمہ ہے اور جو بھی اس میں مبتلا ہوتا ہے ہلاکت اس کا مقدر بن جاتی ہے ۔ پس اگر آپ عقل کی آنکھ سے دیکھیں اور ضمیر کے ذریعے فیصلہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کی تمام عبادات اس گناہ کے سانچے میں ڈھلتی ہیں ۔ پھر اس کے بعد آپ کو خدا کے اس لطف و کرم اور احسان کا اندازہ ہو گا جو کوتاہیوں پر در گزر کی صورت میں آپ کے شامل حال ہے اور اس سے بھی بڑھ کر اس خدا نے آپ کو فرمانبرداروں اور صالحین کی صفوں میں کھڑے ہونے کی اجازت دے رکھی ہے اور لوگوں کی زبانوں پر وہ القابات جاری کر رکھے ہیں اور ان کے دلوں میں ایسا احترام بنا رکھا ہے کہ جس کے آپ بالکل بھی مستحق نہیں ، لوگ آپ کو نمازی ، روزہ دار ، عالم پرہیزگار کے ناموں سے یاد کرتے ہیں ، جب کہ خدا تو جانتا ہے--- بقیہ ص ۱۰

دوسروں کی مدد کرنے کے آداب

سیرتِ امام صادق علیہ السلام کی روشنی میں

مولانا محمد تقی ہاشمی

ہمارے تمام آئمہ معصومین علیہم السلام کی سیرت میں یہ بات نمایاں دیکھنے کو ملتی ہے کہ وہ خود بھی دوسروں پر ایثار کی حد تک خرچ فرماتے ہیں اور ہمیں بھی اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ دوسروں پر خرچ کرو۔

جیسا کہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ خَلَقَ خَلْقاً مِنْ خَلْقِهِ انْتَجَبَهُمْ لِقَضَاءِ حَوَائِجِ فُقَرَاءِ شِيعَتِنَا لِيُثِيبَهُمْ عَلَى ذَلِكَ الْجَنَّةَ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ فَكُنْ (الكافي (ط - الإسلامية)، ج۲، ص: ۱۹۳)

اللہ عزّوجلّ نے اپنی مخلوق میں سے ایک ایسی مخلوق کو خلق فرمایا ہے کہ جسے اللہ نے ہمارے شیعوں میں سے غریب لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے منتخب فرمایا ہے تاکہ اللہ انہیں اس عمل پر جنت عطا فرمائے ، پس اگر تمہارے لئے ممکن ہو تو ان میں سے ہوجاؤ۔

یعنی یہاں پر امام علیہ السلام ہمیں حکم دے رہے ہیں کہ: فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ فَكُنْ

اگر تمہاری استطاعت میں ہو تو ایسی قوم میں سے ضرور ہو جانا کہ جسے اللہ نے منتخب ہی اسی لئے فرمایا ہے کہ وہ غریب شیعہ مؤمنین کی حاجات اور ضرورتوں کو پورا کریں۔

سیرت آئمہ علیہم السلام سے یہ بات بہت ہی واضح ہے کہ دوسروں پر خرچ کرنا بہت بڑا اجر و ثواب رکھتا ہے بشرطیکہ یہ خرچ کرنا قربۃ الی اللہ ہو یعنی اللہ کی رضا کی خاطر ہو، کوئی سیاسی یا غیر سیاسی غرض شامل نہ ہو۔

یہ تو بنیادی شرط ہے کہ اس وقت کوئی عمل عبادت بنتا ہے کہ جب خالص اللہ کی خاطر انجام دیا جائے اور اگر اللہ کی خاطر انجام نہیں دیا جائے یا اللہ اور دوسرے مقصد دونوں کے لئے مشترکہ طور پر انجام دیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس عمل کا ثواب عطا نہیں فرماتا۔

دوسروں پر خرچ کرنا اور دوسروں کی مدد کرنا عبادت تبھی بنے گا کہ جب اسمیں اخلاص اور قربت الی اللہ جیسے شروط پائی جاتی ہوں ۔

اور ان شرطوں کے علاوہ کچھ خاص آداب بھی ہیں کہ جن کی رعایت کرنا ضروری ہے اور یہ آداب ہر امام کی سیرت و اقوال میں موجود ہیں، لیکن اس مختصر مضمون میں ہم صادق علیہ السلام کی سیرت اور اقوال کی روشنی میں چند ایک اہم ترین آداب کو زیر گفتگو لائیں گے۔

۱: پتہ نہ چلنے دو کہ تم نے خرچ کیا ہے:

امام صادق علیہ السلام کی سیرت میں یہ بات شامل تھی کہ انہوں نے اپنے مختلف قابل اعتماد اصحاب کو پیسے دے رکھے تھے تاکہ وہ بوقت ضرورت مؤمنین کی مدد کر دیا کریں۔

اور پھر امام صادق علیہ السلام ہمیشہ یہی چاہتے تھے کہ ان کے چاہنے والوں

کے درمیان کبھی اختلاف اور جھگڑا نہ ہو ، اس کے لئے خود امام نے اپنے اموال کا ایک حصہ بھی خاص کر رکھا تھا تاکہ جب مؤمنین کے درمیان اختلاف ہو جائے تو وہ پیسے خرچ کر کے ان کے درمیان صلح کرائی جائے۔

یہاں پر مرحوم کلینی رح کی ایک روایت ہم بیان کرتے ہیں:

ابْنُ سِنَانٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ سَابِقِ الْحَاجِ قَالَ: مَرَّ بِنَا الْمُفَضَّلُ وَ أَنَا وَ خَتَنِي نَتَشَاجَرُ فِي مِيرَاثٍ فَوَقَفَ عَلَيْنَا سَاعَةً ثُمَّ قَالَ لَنَا تَعَالَوْا إِلَى الْمَنْزِلِ فَأَتَيْنَاهُ فَأَصْلَحَ بَيْنَنَا بِأَرْبَعِمِائَةِ دِرْهَمٍ فَدَفَعَهَا إِلَيْنَا مِنْ عِنْدِهِ حَتَّى إِذَا اسْتَوْثَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَّا مِنْ صَاحِبِهِ قَالَ أَمَا إِنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ مَالِي وَ لَكِنْ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع أَمَرَنِي إِذَا تَنَازَعَ رَجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِنَا فِي شَيْءٍ أَنْ أُصْلِحَ بَيْنَهُمَا وَ أَفْتَدِيَهَا مِنْ مَالِهِ فَهَذَا مِنْ مَالِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع. (الکافی (ط - الإسلامیة) ؛ ج ۲ ؛ ص ۲۰۹)

ترجمہ: حاجیوں کا سالار ابو حنیفہ (سعید بن بیان) کہتا ہے کہ میں اور میرا داماد میراث کے معاملے میں جھگڑ رہے تھے کہ مفضل (امام صادق علیہ السلام کا صحابی) ہمارے پاس سے گزرا اور کچھ دیر کے لئے رک گیا ، پھر اس نے ہم سے کہا کہ گھر چلو اور ہم اس کے گھر چلے گئے تو اس نے چار سو درھم اپنی طرف سے ہمیں دے کر ہمارے درمیان صلح کرائی اور ہم ایک دوسرے پر راضی ہوگئے ، تو مفضل نے کہا کہ یہ پیسے میری طرف سے نہیں تھے امام صادق علیہ السلام نے مجھے حکم دے رکھا ہے کہ جب ہمارے دوست آپس میں جھگڑا کریں تو میں ان کے درمیان صلح کراؤں اور امام علیہ السلام کے پیسوں سے عطا کرکے معاملہ حل کر دوں، پس یہ پیسے امام صادق علیہ السلام کے مال سے ہیں۔

اب اس روایت میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ مفضل نے آکر خود بتایا کہ یہ پیسے امام صادق علیہ السلام نے دیے ہیں ، اگر وہ نہ بتاتا تو ہمیں پتہ نہ چلتا کہ یہ پیسے امام علیہ السلام کے ہیں۔

پس اگر ہم بھی کسی کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو اسی سیرت کو اپناتے ہوئے کسی مؤمن کو اپنے پیسے دے سکتے ہیں اور انہیں کہہ سکتے ہیں کہ جب ضرورت ہو کسی مؤمن پر خرچ کر دینا۔

۲: جس پر خرچ کرو اسے عزت و احترام دو :

امام صادق علیہ السلام ہمیشہ مؤمنین کی عزت اور شرف کا پاس و خیال رکھنے پر بہت زور دیتے تھے اور واضح طور پر فرماتے تھے:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَ لِيَأْذَنْ بِحَرْبٍ مِنِّي مَنْ أَذَلَّ عَبْدِيَ الْمُؤْمِنَ وَ لْيَأْمَنْ غَضَبِي مَنْ أَكْرَمَ عَبْدِيَ الْمُؤْمِنَ. وسائل الشیعۃ، ج ۱۲، ص: ۲۶۹)

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا: آپ علیہ السلام نے فرمایا:

کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے کسی بندے کو ذلیل کرے تو وہ مجھ سے حالت جنگ میں ہے اور جو میرے کسی مؤمن بندے کو عزت دے تو وہ میرے غضب سے محفوظ ہے۔

اسی لئے ایک دفعہ امام صادق علیہ السلام نے اسحاق بن عمار سے پوچھا کہ اے اسحاق تم مجھے بتاؤ کہ تم اپنے مال کی زکات کس طرح مستحقین میں تقسیم کرتے ہو ، آج مجھے اپنا طریقہ کار بتاؤ تو اسحاق نے جواب دیا:

قَالَ يَأْتُونِّي إِلَى الْمَنْزِلِ فَأُعْطِيهِمْ۔

کہ مستحقین میرے گھر پر آجاتے ہیں تو میں انہیں دے دیتا ہوں تو یہ سن کر امام علیہ السلام نے اسحاق سے فرمایا:

فَقَالَ لِي مَا أَرَاكَ يَا إِسْحَاقُ إِلَّا قَدْ أَذْلَلْتَ الْمُؤْمِنِينَ- فَإِيَّاكَ إِيَّاكَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ- مَنْ أَذَلَّ لِي وَلِيّاً فَقَدْ أَرْصَدَ لِي بِالْمُحَارَبَةِ. (وسائل الشيعة، ج۹، ص: ۳۱۶)

اے اسحاق میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ تم مؤمنین کو ذلیل کر رہے ہو ، بچو اس کام سے بچو ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میرے کسی دوست کو ذلیل کرے تو اس نے میرے خلاف میدان جنگ سجا لیا ہے۔

یعنی امام علیہ السلام اسحاق کی اس بات پر راضی نہ تھے کہ وہ گھر بیٹھا رہے اور مستحقین چل کر اس کے گھر پر آئیں بلکہ ہمیشہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم مستحقین کے گھر خود چل کر جاؤ اور عزت و اکرام کے ساتھ انہیں عطا کرو۔

اسی وجہ سے روایت میں ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں:

كَانَ أَبِي ع يَبْعَثُ أُمِّي وَ أُمَّ فَرْوَةَ تَقْضِيَانِ حُقُوقَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ. الکافی (ط - الإسلامیة) ؛ ج ۳ ؛ ص ۲۱۷

ہمارے والد (امام جعفر صادقؑ) میری والدہ اور ام فروہ کو بھیجتے تھے تاکہ وہ شہر والوں کے مالی حقوق کو ادا کرکے آجائیں۔

یعنی امام خود اپنے گھر کی محترم شخصیات کو بھیج رہے ہیں تاکہ کو مدینہ والوں کے گھروں میں جائیں اور محتاج و ضرورت مند کی ضرورت پوری کریں۔

اسی وجہ سے امام صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ چل کر جانے میں ہر قدم قدم پر نیکیاں ملتی ہیں، روایت ہے:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يَمْشِي لِأَخِيهِ الْمُؤْمِنِ فِي حَاجَةٍ إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ حَسَنَةً وَ حَطَّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً وَ رَفَعَ لَهُ بِهَا دَرَجَةً وَ زِيدَ بَعْدَ ذَلِكَ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَ شُفِّعَ فِي عَشْرِ حَاجَاتٍ. (الكافي (ط - الإسلامية)، ج٢، ص: ١٩٧)

کوئی مؤمن بھی اپنے مؤمن بھائی کی خاطر کسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے چل کر جاتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے لئے ہر قدم پر نیکی لکھتا ہے اور ہر قدم پر برائی مٹاتا ہے اور ہر قدم پر درجہ بلند فرماتا ہے اور اس کے بعد دس مزید نیکیاں بڑھا دی جاتی ہے اور اسے دس حاجتوں کے لئے شفیع بنا دیا جاتا ہے۔

پس یہ بہت ضروری ہے کہ جس کی آپ مدد کر رہے ہیں اس کی عزت و آبرو کی حفاظت فرمائیں اور اسے رسواء اور ذلیل نہ کریں بلکہ امام محمد باقر علیہ السلام سے جب ابوبصیر نے پوچھا تھا کہ مولا ایک بندے کو میں زکات دیتا ہوں تو وہ بہت شرم محسوس کرتا ہے تو میں جب بھی اسے زکات دیتا ہوں اسے نہیں بتاتا کہ یہ زکات کے پیسے ہیں تو کیا یہ طریقہ کار درست ہے؟

تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

فَقَالَ أَعْطِهِ وَ لَا تُسَمِّ لَهُ وَ لَا تُذِلَّ الْمُؤْمِنَ. (وسائل الشیعة، ج۹، ص: ۳۱۵)

اسے زکات دو ، لیکن اسے بتاؤ نہیں اور مؤمن کو ذلیل نہ کرو۔

یعنی امام علیہ السلام نے اسے حکم دے دیا کہ تم اسے نہ بتاؤ کہ یہ زکات کے پیسے ہیں کیونکہ یہ اس مؤمن کو ذلیل کرنا ہے۔

اسی وجہ سے فقہاء اہل بیت علیہم السلام نے فتویٰ دیا ہے کہ زکات و خمس دیتے وقت مستحق کو بتانا ضروری نہیں ہے کہ یہ پیسے زکات کے ہیں یا خمس و صدقہ کے ہیں بلکہ اگر اسے مؤمن کی توہین لازم آئے تو ایسا کرنا جائز بھی نہیں ہے۔

بقیہ : عبادت گناہ میں بدل جاتی ہے۔

کہ آپ کی حقیقت کیا ہے آپ ان القابات کے کس حد تک حقدار ہیں ۔ پس خود پسندی اور اپنے اعمال کو صحیح اور اطاعت کے عین مطابق سمجھنا سرکشی اور گمراہی پر اصرار کرنا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ خدا کے صالح بندے اس قسم کے خیالات اور عقیدے سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں ظاہر ہونے والے گمراہی کے گڑھوں سے بچنے اور ان سے نجات کی دعائیں مانگتے ہیں ۔ اسی بات کی طرف سید الاوصیاء حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

إِذَا زُكِّيَ أَحَدٌ مِنْهُمْ خَافَ مِمَّا يُقَالُ لَهُ فَيَقُولُ أَنَا أَعْلَمُ بِنَفْسِي مِنْ غَيْرِي وَ رَبِّي أَعْلَمُ بِي مِنِّي بِنَفْسِي اللَّهُمَّ لَاتُؤَاخِذْنِي بِمَا يَقُولُونَ وَ اجْعَلْنِي أَفْضَلَ مِمَّا يَظُنُّونَ وَ اغْفِرْ لِي مَا لَا يَعْلَمُونَ

(نہج البلاغہ خطبہ المتقین کہ جو امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے صحابی ھمام کے کہنے پر ارشاد فرمایا تھا اس میں مولا نے متقین کی صفات بیان فرمائی ہیں)

یعنی : جب ان میں سے کسی کو (پرہیزگاری کی بنا پر) سراہا جاتا ہے تو وہ اپنے حق میں کہی ہوئی باتوں سے لرز اٹھتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں دوسروں سے زیادہ اپنے آپ کو جانتا ہوں اور میرا خدا مجھ سے بھی زیادہ میرے بارے میں جانتا ہے ، خدایا ان کی باتوں پر میری گرفت نہ کرنا اور میرے متعلق جو یہ حسن ظن رکھتے ہیں مجھے اس سے بہتر قرار دے اور میرے ان گناہوں کو بخش دے جو ان کے علم میں نہیں ۔

نہج البلاغۃ (للصبحی صالح)، ص: ۳۰۵

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مہمان نوازی اور اہل البیت علیهم السلام

(حصہ اول)

مولانا شہباز حسین مہرانی نجفی

تمہید

دین اسلام میں مہمان نوازی کے موضوع کو خاص اہمیت حاصل ہے کیونکہ اس کا تعلق فرد ، معاشرے اور باہمی رابطے اور تعلق کے ساتھ ہے اور تقریباً معاشرے کے ہر فرد کا واسطہ اس صفت حسنہ سے پڑتا ہے اسی وجہ سے اہل بیت علیہم السلام نے مختلف مقامات پر علمی اور عملی طریقے سے مختلف آداب بیان فرمائے ہیں اور انہوں نے اپنی زندگی میں اس صفت کو عملی جامع پہنایا ہے۔

روایات اہل بیت علیہم السلام کے مطابق مہمان نوازی کا شمار اعلی اور بلند اخلاق میں ہوتا ہے اور مہمان کبھی بھی میزبان کے رزق کو کم نہیں کرتا بلکہ اس مہمان نوازی کے ذریعے مہمان اپنے ساتھ ایسا رزق لے آتا ہے جو برکت کا سبب بنتا ہے اور اسی طرح اگر یہ مہمان نوازی قربۃً الی اللہ تعالی کی نیت کے ساتھ ہو تو دنیاوی فوائد کے ساتھ اخروی فوائد بھی شامل ہوتے ہیں اور میزبان کے لئے قیامت کے ہولناکیوں سے نجات اور جنت میں داخل ہونے کا سبب بنتی ہے اور اس کے برعکس اگر ایک انسان قدرت رکھتے ہوئے بھی مہمان نوازی کا اہتمام نہیں کرتا تو اسے قسی القلب کی لسٹ میں شمار کیا جاتا ہے اور اپنے گھر میں خیروبرکت کے داخل ہونے سے مانع بنتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے مطابق اگر کسی کے گھر مہمان آتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدیہ اور تحفہ ہوتا ہے ، روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ :

إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدٍ خَيْراً أَهْدَى لَهُمْ هَدِيَّةً قَالُوا وَ مَا تِلْكَ الْهَدِيَّةُ قَالَ الضَّيْفُ يَنْزِلُ بِرِزْقِهِ وَ يَرْتَحِلُ بِذُنُوبِ أَهْلِ الْبَيْتِ (مستدرک الوسائل و مستنبط الوسائل للنوری ج ۱۶ ص ۲۵۸)

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو ان کی طرف ہدیہ اور تحفہ بھیجتا ہے۔ اصحاب نے کہا کہ : (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہدیہ سے آپ کی مراد کیا ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ : وہ ہدیہ مہمان ہے جو اپنے رزق کے ساتھ آتا ہے اور اہل خانہ کے گناہ اپنے ساتھ لے جاتا ہے ۔(یعنی ان کے گناہ اللہ تعالیٰ معاف کردیتا ہے) ۔

جس طرح روایات کے مطابق ہر ایک چیز کی زکواۃ ہے (یعنی زکواۃ نکالنے سے اس چیز میں خیر و برکت اور اضافہ ہوجاتا ہے چاہے وہ اضافہ معنوی ہو یا ظاہری) بدن کی زکواۃ روزہ رکھنا ہے ، علم کی زکواۃ یہ ہے کہ صلاحیت رکھنے والے کو تعلیم دینا ، عقل کی زکواۃ یہ ہے کہ جاہل کی باتوں کو برداشت کرنا اسی طرح گھر کی زکواۃ یہ ہے کہ گھر میں مہمان نوازی کا کمرہ مختص ہو تاکہ خیر و برکت گھر میں باقی رہے۔ روایت میں آیا ہے کہ

لكلّ شيء زكاة و زكاة الدّار بيت الضّيافة (نهج الفصاحة ص ۶۳۲)

ہر ایک چیز کے لیے زکواۃ ہے اور گھر کی زکواۃ مہمان خانہ ہے

مہمان نوازی تمام موارد میں ایک پسندیدہ عمل ہے لیکن چند موارد میں روایات اہل بیت علیہم السلام میں تاکید کی گئی ہے کہ مہمان نوازی کو انجام دیا جائے مثال کے طور پر شادی ، بچے کی ولادت ، عقیقہ، سنت طہر، گھر کو خرید کرتے وقت اور خاص طور پر حج بیت اللہ کی واپسی پر ۔

لیکن ان موارد کے علاوہ چند موارد ایسے ہیں جہاں پر برکت میں اور اضافہ ہوجاتا ہے مثال کے طور پر ماہ رمضان المبارک میں روزہ داروں کو افطار کروانا اور سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی عزاداری میں کھانا کھلانا ۔

مہمان نوازی کا مفہوم بہت وسیع ہے جو اللہ تعالیٰ کی مہمان نوازی مثلاً بعض اعمال کو انجام دیتے وقت انسان اللہ تعالیٰ کا مہمان ہوجاتا ہے جیسا کہ روایات میں وارد ہوا ہے کہ یہ مندرجہ ذیل اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں ۔ جو شخص ایک واجب نماز پڑھنے کے بعد دوسرے نماز کا انتظار کرے اور حج و عمرہ انجام دینے والا شخص جب تک گھر واپس نہ آئے ، جس وقت انسان قرآن مجید کی تعلیمات حاصل کر رہا ہے ، دعا کرتے وقت ، مومن کی زیارت ، نماز پڑھتے وقت اور روزہ دار اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے ۔

اور اسی طرح بعض مقامات میں انسان اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے جیسا کہ روایات میں وارد ہوا ہے کہ مسجد،کعبۃ اللہ شریف اور کربلا ۔مرقد امام حسین علیہ السلام ۔

اور اسی طرح بعض ہستیوں کی اللہ تعالیٰ نے مہمان نوازی کی ہے مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی جب اس کے لیے آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی والا قرار دیا گیا اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ اور اہل البیت علیہم السلام کی مہمان نوازی وغیرہ ۔

اس مقالہ میں اللہ تعالیٰ کی مہمان نوازی مورد بحث نہیں ہے ۔

انشاءاللہ ہم اس مقالے میں لغوی اور قرآنی آیات کی بحث کے بعد سیرت اہل بیت علیہم السلام کو بیان کریں گے کہ انہوں نے میزبانی اور مہمانی کا حق کیسے ادا کیا ؟ اور ان کے اخلاق حسنہ کو بیان کرنے کے بعد روایات اہل بیت علیہم السلام کی روشنی میں مہمان اور میزبان کے آداب اور آخر میں نتیجہ بحث پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔) وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (سورہ النجم آیت ۳۹) اور یہ کہ انسان کو صرف وہی ملتا ہے جس کی وہ سعی و کوشش کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ بحق محمد و آل محمد علیہم السلام اس مقالے کو احسن طریقے سے لکھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

مہمان نوازی کا لغوی معنی

مہمان نوازی کو عربی زبان میں ضیافت کہتے ہیں اور ضیافت مادہ ض-ی-ف سے ہے (فعل : ثلاثی لازم ہے بَابِ بَاعَ اور حرف کے ساتھ متعدی ہوتا ہے) اور اس کا مصدر ضَيْفٌ اور ضِيَافَةٌ ہے ۔

راغب اصفہانی اپنی کتاب مفردات اِلفاظ القرآن میں لکھتے ہیں کہ :

أصلُ الضَّيفِ الميلُ. يقال: ضِفْتُ إلى كذا، و أَضَفْتُ كذا إلى كذا، و ضَافَتِ الشّمسُ للغروب ـــ و الضَّيْفُ: من مال إليك نازلا بك، و صارت الضِّيَافَةُ متعارفة في القرى (مفردات ألفاظ القرآن للاصفهاني ص ٥١٣)

در اصل الضَّيفِ کے معنی کسی جانب مائل ہونا کے ہیں ۔ کہا جاتا ہے ضِفْتُ إلى كذا میں نے اس کی طرف مائل کردیا ۔ ضَافَتِ الشّمسُ للغروب سورج مائل بغروب ہوگیا ۔ ـــ الضَّيْفُ اصل میں اسے کہتے ہیں جو تمہارے پاس ٹھہرنے کے لیے تمہاری طرف مائل ہو مگر عرف میں مہمان نوازی مہمان نوازی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ۔

الضیف کا یہ لغوی معنی (مائل ہونا) تقریباً تمام اہل لغت نے لکھا ہے لیکن اس کے علاوہ چند اور معانی کو بھی بیان کیا ہے جیسا کہ صاحب **المحیط فی اللغۃ** نے اس کا دوسرا معنی قریب ہونا کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ :

و ضَيَّفَتِ الشَّمْسُ: دَنَتْ للغُرُوْب)المحيط فی اللغة للصاحب ص (سورج غروب ہونے کے قریب ہوا ۔

اور اسی طرح صاحب مجمع البحرین والے نے اس کا تیسرا معنی پناہ لینا کیا ہے وہ مجمع البحرین میں لکھتے ہیں کہ :

و أَضَفْتُهُ إلى كذا: ألجأته) مجمع البحرين للطريحى ج ٥ ص ٧٨

(میں نے اس کی پناہ لی۔

نتیجہ میں اہل لغت نے یہ تین معانی کی ہیں (ممکن ہے اس کے علاوہ اور معانی بھی ہوں): مائل ہونا ، قریب ہونا اور پناہ لینا ۔ در حقیقت آخری دو معانی بھی اسی پہلی معنی کی طرف مائل ہیں کیونکہ پہلی معنی میں بہت زیادہ وسعت ہے ، وہ اس لیے کہ جو قریب ہونے کی کوشش کرے گا وہ پہلے مائل ہوگا تو قریب ہوگا اور اسی طرح پناہ وہی شخص لے گا جس کو پہلے معلوم ہو کہ یہ فرد موجود ہے تو مائل ہوگا اور پناہ لے گا ۔

اور اصطلاحی معنی میں واضح ہوجائے گا کہ مہمان کو ضیف کیوں کہتے ہیں ؟

مہمان نوازی کا اصطلاحی معنی

لغت میں ضیف کا لغوی معنی مائل ہونا ہے کیونکہ ایک فرد یا گروہ جب کسی کی طرف مائل ہوتا ہے تو اس کے پاس جاتا ہے اور صاحب بیت اس کی خاطر تواضع کرتا ہے اسی وجہ سے ضیف کو مہمان کہا گیا ہے ۔

علامہ حسن مصطفوی اپنی کتاب التحقیق فی کلمات القرآن الکریم میں مہمان نوازی کی اصطلاحی معنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ : ثمّ إنّ الضَّيْف إذا نزل في بيت: يصير في عداد عائلة صاحب البيت فعليه إطعامه و إسكانه و تأمين ماله و نفسه)التحقيق فی کلمات القرآن الکريم للمصطفوی ج ۷ ص ۵۵(

پس جب مہمان کسی گھر میں جاتا ہے تو وہ صاحب بیت کے افراد میں سے ایک فرد بن جاتا ہے پس نتیجہ میں اس صاحب بیت پر اس کا کھانا ، رہائش اور اس کے مال اور اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا ضروری ہے ۔

اس مورد میں ایک سوال باقی ہے کہ کیا جس کو دعوت دی جائے وہ مہمان ہے اور جو بغیر دعوت کے آئے وہ مہمان نہیں ہے ؟ جواب اس کا واضح ہے کہ لغوی معنی کے مطابق صاحب بیت دعوت دے یا نہ دے اسے مہمان کہا جائے گا کیونکہ وہ اس کی طرف مائل ہے اسی وجہ سے آیا ہے ۔

ابو حبیب سعدی اپنی کتاب القاموس الفقہی لغۃ و اصطلاحا میں لکھتا ہے کہ الضَّيْف: النازل عند غيره، دعي أو لم يدع)القاموس الفقهي لغة و اصطلاحا للسعدی ص (مہمان یعنی جو غیر کے پاس آتا ہے چاہے اس کو مدعو کیا گیا ہو یا نہیں (اس کو مہمان کہا جائے گا)

درحقیقت ضیف کا مہمان لغوی معنی نہیں ہے نتیجہ میں لغوی اور اصطلاحی معنی میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے کیونکہ مہمان جب کسی کی طرف جانے کی طرف مائل ہوتا ہے تو مہمان بن کے جاتا ہے ۔

مہمان نوازی کا اطلاق کتنے دنوں پر ہوتا ہے ؟ کیا مہمان نوازی صرف تین دن ہے یا اس سے زیادہ دن بھی ہو سکتی ہے ؟

ہمارے بزرگ علماء کرام نے حدیث کی کتب میں ایک مکمل باب لکھا ہے ۔ کہ بَابُ أَنَّ الضِّيَافَةَ ثَلَاثَةُ أَيَّام مہمان نوازی تین دن ہے اور اس پر روایت لے کر آئے ہیں کہ مہمان نوازی تین دن ہے اس سے زیادہ صدقہ ہے ۔

روایات ملاحظہ فرمائیں :

۱۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَ: «قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِه : الضِّيَافَةُ أَوَّلَ يَوْمٍ وَ الثَّانِيَ وَ الثَّالِثَ، وَ مَا بَعْدَ ذلِكَ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ (الكافی (ط ۔ دار الحديث) ج ۱۲ ص ۳۳۵(

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ : مہمان نوازی پہلا ، دوسرا اور تیسرا دن ہے اور اس کے بعد صدقہ ہے ۔

۲۔ عن أبي عبد اللّٰه ع قال قال رسول اللّٰه ص الضيف يلطف ليلتين فإذا كانت الليلة الثالثة فهو من أهل البيت يأكل ما أدرك (الوافی ج ۲۰ ص ۵۳۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ : مہمان دو راتیں مہمان کی حیثیت سے رہے گا اور تیسری رات اہل خانہ میں اس کا شمار ہوگا جو ملے وہ کھائے گا ۔

اور اسی طرح دوسرے علماء اس باب میں روایات لے کر آئے ہیں ۔ روایات میں تتبع اور جستجو کرنے سے یقین ہوجاتا ہے کہ مہمان نوازی (مہمان نوازی) کا اطلاق صرف تین دن پر ہوتا ہے۔

مہمان نوازی در قرآن کریم

قرآن کریم میں مادہ ضیف (ض ی ف) پانچ سورتون میں چھ (۶) مرتبہ آیا ہے (سورہ هود آيت ۷۸ ۔۔ سورہ الحجر آيات ۵۱ ۔۶۸ ۔۔سورہ الكهف آيت ۷ ۷ ۔۔سورہ الذاريات آيت ۲۴ ۔۔ سورہ القمر آيت ۳۷) اوران تمام موارد میں مہمان اصطلاحی معنی میں آیا ہے۔

مہمان نوازی اخلاق انبیاء علیہم السلام میں سے ہے اور انبیاء علیہم السلام مہمان کو اپنے لیے رب کی رحمت سمجھتے تھے ۔

ارشاد رب العزت ہے کہ :

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ(۲۴)إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ(۲۵)فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ(سورہ الذاريات آيات ۲۴ ۔ ۲۵ ۔ ۲۶) ترجمہ : کیا آپ کے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی حکایت پہنچی ہے؟۔ جب وہ ان کے ہاں آئے تو کہنے لگے: سلام ہو! ابراہیم نے کہا: سلام ہو! ناآشنا لوگ (معلوم ہوتے ہو)۔ پھر وہ خاموشی سے اپنے گھر والوں کے پاس گئے اور ایک موٹا بچھڑا لے آئے۔

ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا ذکر ہے ۔ بے حد مہمان نوازی کرنے کی وجہ سے آپؑ کو ابو الاضیاف (مہمان نوازوں کا باپ)کہا جاتا تھا ۔آپؑ کو خلیل لقب ملنے کی ایک وجہ یہی ہے کہ وہ مہمان نواز تھے۔

جاری ہے ---------

جناب مختار ثقفی رحؒ

(حصہ اول)

مولانا قیصر عباس نجفی

قارئین محترم اس تحریر میں ہم جناب مختار کے جائے مسکن ، قبیلہ ثقیف ، جناب مختار کے حسب اور نسب کے بارے بیان کریں گے اور آخر پر یہ بھی بیان کریں گے کہ جناب مختار کے بارے آئمہ علیہم السلام اور علماء و مراجع عظام کی کیا رائے ہے۔

جناب مختار کی جائے ولادت کا تعارف :

مکہ مکرمہ کے جنوب مشرق میں ۱۲۰ کلو میٹر کے فاصلے پر جبل غزوان کی پشت پر ایک شہر موجود ہے جس کا قدیمی نام وج تھا ، وَج در اصل قوم عمالقہ کا فرد تھا اور یہ شہر اسی کی طرف منسوب تھا ، اس شہر کے ارد گرد بعد میں دیوار بنائی گئی جس کی وجہ سے یہ طائف مشہور ہو گیا ۔

یہاں پر قبیلہ ثقیف اور حمیری آباد تھے یہ چھوٹا سا شہر تھا ، اس کی اپنی ثقافت تھی ، یہاں کا پانی شیریں ، ہوا معتدل اور بہت زیادہ پھل تھے ۔ یہاں انگور بہت زیادہ تھے اور یہاں کی زبیب بہت معروف تھی اور یہاں سے تمام علاقوں کی طرف جاتی تھی اور مکہ کے اکثر پھلوں کا مصدر طائف ہی تھا۔

یہاں کے لوگ زراعت اور چمڑے کی تجارت بھی کرتے تھے ، اسی وجہ سے طائف کے جوتے کی مثال دی جاتی تھی ۔ (الروض المعطار فی خبر القطار ص ۳۷۹ محمد بن عبد المنعم الحمیری ، متوفی ۹۰۰ ہجری)

تمام کے تمام اہل طائف ثقفی حمیری اور ایک قوم قریش کی بھی وہاں آبادی تھی ۔ (معجم البلدان ج۴، ص ۹ ، یاقوت حموی بغدادی ، متوفی ۶۲۶)

قبیلہ ثقیف کا تعارف:

قبیلہ ثقیف کے عرب عرب متعرِبہ کہلاتے ہیں یعنی جو عرب حضرت اسماعیل کی نسل سے ہیں وہ عرب مستعربہ کہلاتے ہیں اور ان کا سلسلہ نسب جناب مضر کے بیٹے عیلان تک جا پہنچتا ہے اور جناب مضر پیغمبر اسلام ﷺ کے اجداد میں سے ایک جد تھے اور اس قبیلہ کو ثقیف اس وجہ سے کہتے ہیں چونکہ ایک آدمی کا نام ثقیف تھا اور پھر یہ قبیلہ اس کے نام سے موسوم ہوگیا اور قبیلہ ھوازن کی یہ شاخ ہے ، ثقیف بن متنبہ بن بکر بن ھوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر یہ ان کا سلسلہ نسب ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ثقیف کا نام قسی تھا اور اس کا لقب ثقیف تھا۔ (کتاب الکفارات ج۱، ص ۳۵ ۔ ابراہم بن محمد بن سعید ہلالی ثقفی متوفی ۲۸۳)

كانت قبيلة ثقيف من قبائل العرب الاصيلة و مضر ب الامثال فى الشجاعة و الفروسية و السخاء و النيل و الضيافة ۔ (ثورة المختار ص ۲۲۔ سيد ابو فاضل الرضوى الاردكانى)

قبیلہ ثقیف اصلی قبائل عرب میں سے تھا اور یہ شجاعت ، گھوڑ سواری ، سخاوت ، تیراندازی اور مہمان نوازی میں مشہور تھا۔

جبکہ علامہ اظہر حسین زیدی مرحوم خدا ان کے درجات بلند فرمائے وہ فرماتے تھے کہ عرب کے چار قبائل چار خصوصیات میں معروف تھے ۔ عزت و عظمت میں بنی ہاشم ، سیاسی تدبیروں میں بنی امیہ ، بہادری میں بنی کلاب اور حسن میں بنی ثقیف ۔(خطیب آل محمد ص ۱۹۱)

جناب مختار کا تعارف:

طائف کا پہلا سردار ابو رَغال تھا اور حضرت عبد المطلب کے زمانے میں طائف کا سردار مسعود بن معتب تھا ۔ (اقتباس از مقالہ تاریخ قبیلہ ثقیف ، آقائی محمود حیدر)

مسعود کے چار بیٹے تھے ۔ عروہ ، ابو عبید ، سعد اور حکم (اقتباس از مقالہ بنو مسعود ثقیف فی تاریخ الاسلام ، محمد طاہر الصفار)

ابو عبید جب شادی کے قابل ہوئے تو وہ اچھے خاندان میں شادی کرنا چاہتے اور خاتون کی تلاش میں تھے ۔ ان کو اپنے خاندان کی عورتوں کا کہا گیا مگر ان سے شادی کرنے سے انہوں نے انکار کر دیا ، پس ایک دفعہ انہوں نے خواب دیکھا کہ کوئی انہیں کہہ رہا تھا:

تزوج دومة الحسناء فما تسمع فيها للائم لومة

کہ آپ دومۃ حسناء سے شادی کریں اور اس بارے کسی ملامت کرنے والی کی ملامت کو نہ سنیں ۔

تو ابو عبید نے اس خواب کا تذکرہ اپنی قوم سے کیا اور انہوں نے ابو عبید کی شادی دومہ سے کرا دی ۔ (ثورۃ المختار ص ۲۱، سید ابو فاضل رضوی)

اللہ نے ابو عبید اور دومہ کو پانچ بیٹے اور ایک بیٹی عطا کی ۔ جبیر حکم اسد ابو امیہ مختار صفیتہ

حفیہ کی شادی عبد اللہ بن عمر سے ہوئی ، جبیر اور حکم اپنے والد کے ساتھ ۱۳ ہجری میں فارس کے ساتھ جنگ میں شہید ہو گئے ، اسید اور ابو امیہ کے بارے میں تاریخ خاموش ہے ۔ باقی مختار بچ جاتا ہے ان کے بارے تاریخ نے بہت کچھ لکھا ہے ۔(اصحاب الیمین ص ۲۵۳، علامہ حسین بخش جاڑا مرحوم)

جناب مختار کی والدہ کا بیان ہے جب مختار میرے بطن میں تھے تو ایک دفعہ میں نے خواب دیکھا تو کوئی بشارت دینے والا مجھے کہہ رہا تھا :

ابشری بالولد اشبه شی بالاسد

تمھیں اس بیٹے کی بشارت ہو جو شیر سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا ہے ۔(ثورۃ المختار ص ۲۱)

جناب مختار کا نام اور کنیت:

آپ کا نام مختار ، کنیت ابو اسحاق اور لقب کیسان تھا ۔ اس کا معنی زیرکی ہے ۔

لقب کَیسان کی وجہ:

اس لقب کی مؤرخین نے دو وجہ لکھی ہیں:

پہلی وجہ : اصبغ بن نباتہ فرماتے ہیں

رأيت المختار على فخذ امير المؤمنين و هو يمسح راسه و يقول يا كَيِّس يا كَيِّس

میں نے دیکھا مختار امیر المؤمنین علیہ السلام کی ران پر ہے اور مولا ان کے سر پر ہاتھ پھیر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں اے دانا ، اے دانا ۔

اس کے بعد مختار کو کَیسان کہا جانے لگا اور بعد میں مختار کا لقب بن گیا ۔(بحار ج ۴۵، ص ۳۵۱)

دوسری وجہ: یہ ہے کہ مختار کے مقربین اور مشاورین میں سے ایک آدمی تھا جس کا نام ابو عمرہ تھا اور یہی مختار کی فورس کا سردار تھا ان کا نام کَیسان تھا تو پس اس کا نام مختار کا لقب بن گیا ۔(ثورۃ المختار ص ۱۸، سید ابو فاضل رضوی)

جبکہ یہاں پر علامہ حسین بخش جاڑا فرماتے ہیں:

زمانہ بچپن میں مختار کا باپ مختار کو اٹھا کر مدینہ میں آیا اور خدمت امیر المؤمنین علیہ السلام میں حاضر ہوا ، حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے اس کو اپنی گود میں بٹھایا اور سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا یا کَیِّس یا کَیِّس ۔(اصحاب الیمین ص ۲۵۴، علامہ حسین بخش جاڑا مرحوم)

جناب مختار یکم ہجری کو طائف میں پیدا ہوئے اور ان کے والد ۱۳ ہجری میں طائف سے مکہ ہجرت کر آئے ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جاری ہے ----

صالحین کی قبروں پر گنبدوں کی تعمیر

حجۃ الاسلام علامہ مرحوم خادم حسین جعفری قدس سرہ

زمانہ قدیم سے انبیاء اور صالحین کی قبروں پر گنبدوں کی تعمیر کا رواج موجود ہے ہم اپنے محترم قارئین اور حق کے متلاشیوں کے لئے انمیں سے چند ایک کو دلیل اور شاہد کے طور پر پیش کرتے ہیں :

بیت المقدس کے ارد گرد موجود انبیاء علیہم السلام کی قبریں مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام ، حضرت ابراہیم علیہ السلام ، اور انکی اولا د حضرت اسحاق علیہ السلام ، حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کہ جن کے جنازے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے بیت المقدس منتقل کیا تھا اور اسی طرح باقی تمام انبیاء کی قبریں گزشتہ قدیم زمانے سے تعمیر شدہ ہیں اور آج تک اپنی اسی حالت میں باقی ہیں اور صحابہ کرام میں سے کسی ایک نے بھی نہ تو انہیں منہدم کیا اور نہ ہی انہیں منہدم کرنے کا حکم دیا ۔

مخالفین کہتے ہیں کہ بیت المقدس میں قبروں کی تعمیر صحابہ کے دور کے بعد کی گئی جب کہ ابن تیمیہ الحرانی کتاب "الصراط المستقیم "میں لکھتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر پر کی گئی تعمیر صحابہ اور فسلطین کی فتح کے وقت موجود تھی ۔

پس اسی بات سے ہی مخالفین کے اس دعویٰ کا جھوٹا ہونا ثابت ہوجاتا ہے کہ ان قبو ر پر تعمیر صحابہ کے زمانے کے بعد ہوئی ۔

اسی طرح حضور ﷺ کو ان کے حکم کے مطابق تعمیر شدہ حجرہ میں دفن کیا گیا ۔ (ترمذی کتاب الذخائر)،ابن ماجہ اور امام مالک کتاب "الموطا کتاب الجنائز "میں لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جس جگہ وفات پائی اسی جگہ انہیں دفن کیا گیا۔

اگر قبور پہ تعمیر شرک ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ تعمیر دفن سے پہلے ہو یا دفن کے بعد ۔ اگر یہ شرک ہوتا تو ضروری تھا کہ حضور ﷺ کو دفن کرنے سے پہلے حجرہ کو گرا دیا جاتا یا پھر آپ ﷺ کو کسی اور جگہ زیر آسمان دفن کیا جاتا ۔

تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی قبر مبارک پہ صحابہ کے زمانے میں ہی کئی مرتبہ تعمیراتی کام ہوا ہے مثلاً حضرت عمر بن خطاب نے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے حجرہ کی دیواریں بنوائیں ۔ اسی طرح حضرت عائشہ نے اپنے اور قبر کے حجرہ کے درمیان دیوار تعمیر کروائی ۔ حضرت عائشہ اکثر اس حجرہ میں نماز پڑھتیں اور وہیں رہتی تھیں کہ جس میں حضور ﷺ مدفون ہیں ۔

پھر اس کے بعد عبد اللہ بن زبیر نے اسی حجرہ کی تعمیر کروائی ۔ پھر جب ایک دفعہ دیوار گر گئی تو عمر بن عبد العزیز نے اس کی تعمیر نو کروائی ۔ اس کے علاوہ خلیفہ ولید کے زمانے میں حجرے کے ارد گرد باڑ بنوائی گئی اور بعض روایات میں ہے کہ پرانے گھر کو گرا کر نیا گھر بنایا گیا اور اس کے ارد گرد باڑ بنائی گئی اور یہ کام عمر بن عبد العزیز کی زیر نگرانی ہوا اور اسی طرح حجر رخام کے استعمال سے حجرہ کو مضبوط بنایا گیا۔

پھر عباسی خلیفہ متوکل کے زمانے میں حجرہ کی چھت کو دوبارہ بنایا گیا اور اسے مضبوط کیا گیا ۔ اس کے بعد مقتفیٰ عباسی کے زمانے میں اس کی تجدید کی گئی اور پھر اسی کے زمانہ میں میں ہی عمر بن عبد العزیز والی دیوار کے

سرے پر صندل اور آبنوس کی لکڑی سے جالی یا کھڑکی بنائی گئی ۔ المستضیٰ کے زمانہ حکومت میں جب حجرہ کی دیوار گری تو اس کی دوبارہ تعمیر کی گئی ۔ 654ہجری میں حرم شریف جل گیا جس کے بعد آخری عباسی خلیفہ کے دور میں نئے سرے سے حجرہ کی تعمیر شروع ہوئی مختلف قسم کے آلات کے ذریعے تعمیر کا یہ کام منصور بیگ الصالحہ کے دور میں جاری رہا، اس سلسلہ میں یمن کے باشاہ المظفر نے تعمیراتی کاموں کے لئے لکڑی بھیجی ، اس کے بعد مصر کے حکمران منصور قلادون الصالحہ کے زمانے میں تعمیر کا کام مکمل ہوا اور قبر مبارک پہ پہلا نیلا گنبد تعمیر ہوا جسے احمد بن عبد القوی ناظر حوضی نے 678ہجری میں تعمیر کیا ۔ پھر ملک لاشاہ حسن بن محمد بن قلادون کے زمانے میں اس کی تجدید کی گئی ۔ اس کے بعد ملک الاشرف کے زمانے میں بھی 852ہجری کو بھی اس کی تجدید اور پرانے گنبد کے نیچے ایک داخلی گنبد تعمیر کیا ۔ لیکن 886 ہجری میں حجرہ کو آگ لگ گئی اور حجرہ مبارک دوسری مرتبہ جل گیا تو حجرہ وبارہ نئے سرے سے مکمل تعمیر کی گئی اور پرانے گنبد کی جگہ ایک بہت بڑا نیلا گند تعمیر کیا گیا اور یہ سارا تعمیراتیکام ملک اشرف قاتیائی کے دور میں ہوا۔

بنی عباس اور بنی عثمان کے خلفاء ہمیشہ حجرہ مبارک اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پہ موجود گنبد کی تعمیر کرتے رہے ۔

اسی طرح صحابہ اور تابعین کے زمانے میں قبروں پہ تعمیرات کا کام ہوتا رہا ، صحابہ اور ان کے تابعین خود قبو ر کی تعمیر کرتے تھے اور اس طرح کے کئی واقعات کو سمہوری نے کتاب "وفاء الوفاء"میں ذکر کیا ہے جن سے پتا چلتا ہے کہ قبور پہ تعمیر کا کام صحابہ کے دور میں بھی موجود تھا۔

کتاب وفاء الوفاء میں مذکور ہے کہ عقیل نے جب اپنے گھر میں کنواں کھودا تو کھودائی کے دوران اسے ایک تختی نظر آئی اور اس پہ لکھا ہوا تھا کہ یہ ام حبیبہ کی قبر ہے تو عقیل نے فوراً اس جگہ کو بند کر دیا اور قبر کے اوپر ایک حجرہ تعمیر کیا۔

عباسی خلیفہ رشید نے حضرت علی علیہ السلام کی قبر پہ گنبد تعمیر کروایا اور یہ واقعہ "عمدۃ الطالب "میں مذکور ہے اور اس کے بعد آج تک بہت سے لوگوں نے امیر المؤمنین علیہ السلام کی قبر مبارک پہ تعمیراتی کام کیا۔

خطیب بغدادی اپنی کتاب "تاریخ بغداد"میں لکھتا ہے کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام مقبرہ شونیز یہ میں گنبد کے باہر دفن ہوئے اور انکی قبر پہ ایک عظیم مزار ہے اور لوگوں کی مشہور زیارت گاہ ہے ۔

خطیب بغدادی کی پیدائش تقریبا ۲۹۲ہجری میں ہوئی اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گنبد ان سے بھی بہت پہلے یہاں موجود تھا۔ پس اگر قبروں پہ مزار اور گنبد تعمیر کرنا کفر و شرک ہوتا تو صحابہ اور ان کے تابعین اس گنبد کو ضرور گراتے بلکہ تعمیر ہی نہ کرتے ۔

اسی طرح مؤرخین اور تاریخ دان لکھتے ہیں کہ حضرت امام علی بن حسین علیہما السلام ، حضرت امام باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اس گنبد کے نیچے ہوئے جہاں حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت عباس کی قبور تھیں لیکن افسوس ! مخالفین کے ہاتھوں سے یہ مزار اور گنبد محفوظ نہ رہا اور انہوں نے اسے گرادیا۔ (کتاب رحلۃ ابن بطوطۃ۔ ج ۱ ص ۷۲ ناشر مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر۔سن ۱۹۵۸ء)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّ مَعْرِفَةَ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ آنِسٌ مِنْ كُلِّ وَحْشَةٍ وَ صَاحِبٌ مِنْ كُلِّ وَحْدَةٍ وَ نُورٌ مِنْ كُلِّ ظُلْمَةٍ وَ قُوَّةٌ مِنْ كُلِّ ضَعْفٍ وَ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ سُقْمٍ (الكافي (ط - الإسلامية) ؛ ج‏8 ؛ ص247)

بیشک خدا کی معرفت ہر وحشت میں سببِ اُنس ہے اور ہر تنہائی میں ساتھی ہے ، اور ہر تاریکی سے نور ہے اور ہر کمزوری کی طاقت ہے اور ہر بیماری کی شفا ہے ۔

عبد العظیم حسنی

مولا منتظر مہدی نجفی

نام : عبدالعظیم والد ماجد کا نام : عبداللہ بن علی لقب:الحسنی

سلسلہ نسب:آپ کا سلسلہ نسب الشیخ النجاشی نے اسطرح لکھا ہے۔ عبد العظیم بن عبد اللہ بن علی بن الحسن بن زید بن الحسن بن علی بن ابی طالب علیھم السلام ۔ یعنی آپ کا نسب امام الحسن المجتبی علیہ السلام کے ساتھ چار واسطوں سے جا کے ملتا ہے ۔

جناب سید عبدالعظیم الحسنی کی ولادت ۴ ربیع الاول سنہ ۱۷۳ قمری ھجری، شہر مدینہ منورہ میں ہوئی ۔

آپ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ کا شمار اپنے زمانے میں بزرگان شیعہ اور عظیم المرتبہ محدث اور راویوں میں سے ہوتا ہے۔آپ کو یہ شرف حاصل ھے کہ آپ نے تین اماموں کے زمانے کو درک کیا ھے ،امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام ،امام جواد علیہ السلام اور امام الھادی علیہ السلام ۔

آپ کا مقام و منزلت بہ زبان آئمہ معصومین ع

آپ ایک متقی اور پرہیزگار انسان تھے اور آئمہ سے خاص عقیدت رکھتے تھے جس کی وجہ سے آپ کو آئمہ ع سے خاصہ قرب حاصل تھا اور امام معصوم آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ،جب بھی آپ کو بلانا مقصود ہوتا تھا تو آپ کو ابوالقاسم کی کنیت سے بلاتے تھے اور یہ عرب معاشرے میں احترام شمار ھوتا ھے ۔ کتاب جنت النعیم کے مولف لکھتے ہیں کہ اباحماد الرازی کے نام سے ایک شخص جو کہ ایران کے شہر الری کا رہنے والا تھا وہ اپنے شہر ری سے امام علی النقی علیہ السلام کی زیارت کے لیے سامرا روانہ ہوا اس وقت حالات ایسے تھے کہ امام سے ملنا بہت مشکل ہوا کرتا تھا مگر ان حالات کے باوجو د ابا حماد امام ع کی خدمت میں پہنچے ،زیارت امام ع سے شرفیاب ہوئے اور کہنے لگے :

فسألته عن أشياء من الحلال و الحرام فأجابني فيها فلما ودعته قال لي: يا حماد إذا أشكل عليك شيء من أمر دينك بناحيتك فسل عنه عبد العظيم بن عبد الله الحسني و أقرئه مني السلام ۔

کہ میں نے آپ ع سے کچھ مسائل اور سوالات جو حلال و حرام کے بارے میں تھے، پوچھے ،امام علیہ السلام نے ان سوالات کے جوابات دیے۔اور جب میں رخصت ہونے لگا توآپ ع فرمایا اے ابا حماد دین کے مسئلے میں اگر آپکو کوئی بھی مشکل پیش آئے اور کسی مسئلے کا جواب آپ کے لیے مشکل ہوجائے تو عبد العظیم کی طرف رجوع کیا کرو اور اس سے دریافت کرلیا کرو۔ اور عبدالعظیم کو میرے سلام دو ۔

شیخ صدوق اپنی کتاب کمال الدین میں لکھتے ہیں کہ سید عبدالعظیم الحسنی نے امام ھادی ع کی خدمت میں اپنا عقیدہ بیان کیا،جس میں سید حسنی نے توحید ،نبوت اور امامت قیامت ۔۔۔۔۔وغیرہ کاذکر کیا،اورآئمہ کے جب نام لینا شروع کیے تو ۱۰ اماموں کے نام لیے جو کہ امام ھادی ع تک بنتے ہیں تو امام ع نے دو امام،امام حسن عسکری اورامام زمانہ عج کو بیان کیا اور امام ھادی ع نے آخر میں فرمایا کہ آپ ہمارے حقیقی دوستوں میں سے ہیں ۔

ہجرت کا سبب:

سید عبدالعظیم الحسنی کے مدینہ منورہ سے ھجرت کا سبب علماء نے یوں لکھا ھے کہ عبدالعظیم اپنےزمانے کے امام کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور امام سے فیضیاب ہوتے تھے اسطرح امام رضا ع اور امام جوادع کے محضر

میں آئے ،جب امام ھادی ع کا زمانہ آیا تو آپ علیہ السلام کی خدمت میں جاتے تھے یہاں تک کہ جب امام ھادی ع کو سامرا بلایا گیا اور حکومت کے محافظوں کی نگہبانی میں رکھا گیا۔واضح رہے کہ متوکل عباسی کا زمانہ شیعان اھل بیت کے لیے بالخصوص سادات کرام کے لیے سخت ترین زمانہ تھا، حکومت نے یہ اعلان کردیا کہ کسی بھی شیعہ کی مدد نہ کی جائے ،ان کی گواھی قبول نہیں ،حکومت میں ان کے لیے کوئی بھی عہدہ نہیں۔ سختی کا اس بات سے اندازہ لگائیں کہ سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی قبر کو مسمار کر دیا گیا اور قبر پہ پانی چھوڑنے کی کوشش کی گئ۔ان باتوں سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کتنا مشکل زمانہ تھا اور سادات کرام نے مدینہ کو چھوڑ کر دوسرے ممالک چلے گئے وہ یہ زمانہ تھا۔ امام ھادی ع جب سامرا بلایا جاچکا تو سید عبدالعظیم الحسنی بھی امام کے دیدار کے لیے سامرا جاتے تھے اور جب یہ خبر حکومت کے کارندوں کو ہوئی تو سید عبدالعظیم الحسنی کی گرفتاری کا حکم جاری کیا تب سید عبدالعظیم الحسنی حکومت سے بچنے کے لیے بھیس بدل کر مختلف شھروں سے ہوتے ہوئے ایران کے شہر الری پہنچے ۔ البتہ جنۃ النعیم میں ان کی ھجرت سبب یوں بھی نقل کیا ھے کہ آپ نے مدینہ کو اس وجہ سے چھوڑا تاکہ امام رضا ع کی زیارت کو خراسان جائیں، مگر شہرالری میں اس وجہ سے رھے تاکہ حمزہ بن موسی بن جعفر علیہ السلام کی زیارت کریں کہ جس کا ذکر آگے آئے گا ۔

سید عبدالعظیم الحسنی ایک مسافر اور نا شناس شخص کی طرح الری میں داخل ہوئے ۔اور محلّہ ساربان میں ایک شیعہ کے گھر سرداب (بیسمنٹ) میں رہنے لگے ۔اور آپ سرداب سے بہت کم باہر نکلتے تھے دن کوروزہ اور رات نماز میں گذارتے تھے،جب نکلتے تھے توایک قبر (جو کہ ابھی آپ کی قبر کے مقابل میں ھے درمیان میں راستہ ھے) کی زیارت کو جایا کرتے تھے اور یہ قبر جناب حمزہ بن موسی الکاظم بن جعفر علیھما السلام کی تھی ۔

اور اس کے بارے میں بہت کم لوگوں کو معلوم تھا ،اور پھر آہستہ آہستہ جب شیعوں کو پتا چلا تو کثیر تعداد میں لوگ آنے لگے اور آپ سے استفادہ کرنے لگے ۔

وفات :

سید عبدالعظیم آخری ایام میں سخت بیمار ہوگئے اور ۱۵ شوال ۲۵۲ھ میں اپنے خالق سے جاملے ۔اور اھل ری نے آپ کو عزت اور احترام کے ساتھ سیب کے درخت کے مقام پر دفن کیا ۔

قبر اور زیارت کا ثواب:

عمدۃ الطالب میں منقول ھے اور شیخ نجاشی نے بھی لکھا ھے کہ (اھل ری) ایک شخص نے خواب میں رسول اللہ ص کو دیکھا کہ آپ ص فرما رہے تھے کہ کل ایک شخص میری اولاد میں سے ادھر لایا جائے گا اور اسے اس سیب کے درخت جو کہ عبدالجبار بن عبدالوھاب کے باغ میں ہے۔اور دفن کی جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ یہ شخص آتے ہیں اور باغ والے سے جب اس کے خریدنے کی بات کرتے ہیں تو وہ وجہ معلوم کرتے ہیں اور بتانے پر باغ والے کہتے ہیں کہ اسطرح کا خواب میں نے بھی دیکھا ھے اور پھر وہ جگہ اور باغ اھل شرف کے دفن کے لیے وقف کردیا ۔اور سید عبدالعظیم کو وہاں دفن کیا گیا ۔

آپ کی زیارت کا ثواب : شیخ صدوق ثواب الاعمال میں لکھتے ہیں کہ امام حسن عسکری ع کی خدمت میں ری شہر کا ایک شخص حاضر تھا تو امام ع نے اس پوچھا کہ کہاں گئے تھے ؟ اس نے جواب دیا کہ امام حسین ع کی زیارت کو گیا تھا ،امام ع فرمایا کہ اگرآپ نے ری میں عبدالعظیم کی زیارت کی ہوتی تو اسطرح تھا کہ آپ نے امام حسین ع کہ زیارت کی ہوتی ۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ رَأَى أَخَاهُ عَلَى أَمْرٍ يَكْرَهُهُ فَلَمْ يَرُدَّهُ عَنْهُ وَ هُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ فَقَدْ خَانَه (الأمالي(للصدوق) ص۲۷۰

جو اپنے بھائی کو بُرا کام کرتے ہوئے دیکھے اور قدرت رکھتے ہوئے بھی اس کو نہ روکے تو اس نے اپنے بھائی کے ساتھ خیانت کی ہے ۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات

ترتیب: مولانا محمد مجتبیٰ نجفی

سوال: پاکستان کے اہل تشیع علماء نے کورونا وائرس کے حالات کے پیش نظر یہ حکم دیا ہے کہ مومنین باجماعت نماز اور مجالس کے لیے حکومت (احکام شرع) کے احکامات کے مطابق عمل کرے۔باجماعت نماز ایک دینی شرعی مسئلہ ہے علماء نے رہنمائی کرنے کی بجائے ذمہ داری حکومت پر ڈال دی ہے ؟کیا یہ درست ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! نماز جماعت اور نماز جمعہ کے ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں پڑتا البتہ اگر ماہر ڈاکٹر ایک دوسرے کے قریب ہونے سے منع کریں تاکہ جان کی حفاظت ہو سکے تو ماہر ڈاکٹروں کی نصیحتوں پر عمل کیا جائے اور بہتر ہے کہ ڈاکٹروں کی نصیحتوں پر عمل کے ساتھ نماز کو قائم کیا جائے یعنی ماسک اور دستانے پہن کر نماز ادا کی جائے اور ڈاکٹر اگر اس کے علاوہ کسی اور احتیاط کی پابندی کا کہیں تو اس احتیاط کی پابندی کی جائے اور یہی حکم ہے معصومین علیہم السلام کی مجالس اور انؑ کی ولادت کی محافل منعقد کرنے کے بارے میں کہ ان کو بھی اسی طرح برپا کیا جائے۔

اور ہر مومن کے لئے ضروری ہے کہ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی اس دعا کو (أَدِمْ مُلْكَكَ عَلَى مُلْكِكَ بِلُطْفِكَ الْخَفِيِّ) جس قدر ممکن ہو پڑھیں اور سورة الفیل کی مسلسل تلاوت کی جائے۔ واللہ العالم

سوال: نمازی کی مسجد آنے کی حوصلہ افزائی نہیں ہو گی تو مسجد ویران ہو جائیں گی اور نمازی نماز گھر پر پڑھنے سے وقت کے ساتھ نماز سے دور ہوتا جائے گا اور شیطان کے غالب آنے کا قوی امکان ہے ۔ایسی صورت میں کون ذمہ دار ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! اگر مسجد میں جماعت نہ ہو سکے تو نمازی مسجد میں جا کر تنہا نماز پڑھے اور معصومینؑ کی مجالس اور محافل کو بھی آپ ایک دوسرے سے دور دور بیٹھ کر منعقد کریں۔ والسلام

سوال: کیا کورونا وائرس ظہور کی نشانی ہے ؟ اگر ہے تو مومنین اور علماء کی کیا ذمہ داری ہے امام زمانہ علیہ السلام کے لیے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! امام زمانہ (عج) کے ظہور کا وقت صرف، صرف، صرف خدا جانتا ہے اور بیماری کو امام (عج) کے ظہور کی علامت سمجھنا ثابت نہیں ہے۔ واللہ العالم

سوال: پاکستان کی حکومت شرعی حکومت نہیں ہے ایسی صورت میں مؤمنین کے لیے کس کی پیروی ضروری ہے ؟

جواب: بسمہ سبحانہ! آپ ڈاکٹروں کی نصیحتوں پر عمل کریں اور اس بیماری کا کسی سیاسی سرگرمیوں سے تعلق نہیں ہے۔ واللہ العالم

سوال: آج کل پاکستان میں ایس او پی کے تحت نماز وغیرہ کے متعلق کچھ ہدایات وغیرہ دی جا رہی ہیں کہ قالین وغیرہ اٹھالیں اور فرش کے اوپر نماز پڑھیں تو ہماری ادھر مسجد میں امام بارگاہ میں جو فرش ہے وہ چپس ہوتی ہے جو پاکستان میں لگایا جاتا ہے ایک ماربل ہوتا ہے ایک سیمنٹ بجری جپسم وغیرہ ملا کے تو ویسا فرش بنا ہوا ہے آیا اس کے اوپر ہم سجدہ کر سکتے ہیں اس کے لیے رہنمائی فرما دیں ۔ جزاک اللہ۔

جواب: بسمہ سبحانہ! اگر پتھر کے ٹکڑے چپس میں ہوں اور وہ ٹکڑا اتنا ہو کہ جتنا چھوٹا سجدہ گاہ ہوتا ہے تو اس پر سجدہ کر سکتے ہیں اور لکڑی کے ٹکڑے پر بھی سجدہ کر سکتے ہیں اسی طرح چھوٹے سجدہ گاہ پر بھی سجدہ کر سکتے ہیں۔ واللہ العالم

سوال: کیا مدارس کے طلبہ و طالبات کو فطرہ دے سکتے ہیں؟

جواب: بسمہ سبحانہ! اگر طلبہ و طالبات فطرہ کے محتاج ہوں اور شیعہ اثناء عشری ہوں تو دے سکتے ہیں۔ واللہ العالم

سوال: محتاج کس طالب علم کو کہا جائے گا؟

جواب: بسمہ سبحانہ! محتاج طالب علم وہ ہے جو اپنی جیب سے خرچہ پورا نہ کر سکتا ہو البتہ جو مدرسے میں تعلیم حاصل کرتا ہے لیکن اس کا نفقہ گھر سے پورا ہوتا ہے تو وہ محتاج نہیں سمجھا جائے گا اور جو طالب علم شہریہ لیتے

ہیں اور وہ شہریہ ان کے اخراجات کے لئے کافی ہو تو وہ بھی محتاج نہیں ہو گا۔ واللہ العالم

سوال: قضائے عمری جائز ہے؟ ان کا ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! قضائے عمری صحیح روایات سے ثابت نہیں ہے جتنی بھی نمازیں قضاء ہوتی ہیں ان سب کی قضاء واجب ہے اور وہ روایت جس میں قضائے عمری کا تذکرہ ہوا ہے یہ نماز ادا کرنا گناہوں کا کفارہ ہے نہ کہ گزشتہ نمازوں کا عوض ہے یعنی اگر کسی نے کچھ نمازیں نہیں پڑھی تھیں تو اس نماز کے پڑھنے سے عذاب میں کمی ہو گی نہ کہ وہ نمازیں ادا نہیں کرے گا جیسے مثال کے طور پر اگر کوئی روزہ نہیں رکھتا بغیر کسی مجبوری کے اس پر اس روزے کی قضاء ہے اور کفارہ بھی ہے اور یہ نماز روزے کے کفارے کی طرح نمازوں کا کفارہ ہے۔ واللہ العالم

سوال: عورت کے پہننے والا زیورات پر زکوۃ ادا کا کیا حکم ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! سونے اور چاندی کی زکوۃ صرف اور صرف سونے چاندی کے سکوں پر ہوتی ہے جو کہ اس وقت پاکستان بلکہ دنیا کے کسی بھی خطے میں رائج نہیں ہیں اور زیورات پر صرف خمس واجب ہوتا ہے۔ واللہ العالم

سوال: ایک سوال باہر کے گاوں سے ہماری حدود کی خلاف ورزی کر کے ہمارے گاوں کے اندر مویشی مثلاً بھیڑ بکریاں چرانے لانے والوں سے بطور جرمانہ (فیوک) بھیڑ یا بکری وصول کرنے کے بعد اسے ذبح کر کے کھانا حلال ہے یا حرام؟

جواب: بسمہ سبحانہ! اگر یہ حد بندی مؤمنین کو جھگڑا اور فساد سے محفوظ رکھنے کے لئے کی گئی ہے اور سب کو پتہ ہے کہ جو اس کی خلاف ورزی کرے گا اس کو جرمانہ دینا ہو گا اور اس حد بندی کو باقی رکھنا اور مؤمنین کو ہر فتنہ و شر سے محفوظ رکھنے کے لئے اس جرمانے کو جاری رکھنا جائز ہے بلکہ ضروری ہے۔ واللہ العالم

سوال: دل میں اگر حسد آ جائے تو اس کو ختم کیسے کیا جائے۔ حسد تمام برائیوں کی جڑ ہے کے تمام نیک اعمال کو کھا جاتا ہے مگر اس کو دل سے کیسے نکال جائے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! ہمیشہ اپنے گناہوں کو سامنے رکھو اور جو نعمتیں کسی کے

پاس ہیں وہ خدا نے ان کو دی ہے اور جب انسان کسی مومن سے حسد کرتا ہے ان چیزوں کو دیکھ کر کہ جو نعمتیں خدا نے اس کو دی ہے تو گویا وہ خدا پر راضی نہیں ہے اس کے لیے اس وقت اس کا ایمان درست ہو سکتا ہے جب وہ خدا پر صحیح ایمان رکھے اور حسد سے دور رہنے کے لیے اس مومن کی جس کے پاس خدا کی نعمتیں ہیں اس کی تنہائی میں یا لوگوں کے سامنے مدح کرے کہ دیکھو خدا نے اس مومن کو یہ نعمت دی ہے اور ایسے انسان کو چاہیے کہ سورہ فلق کی تلاوت کیا کرے۔ والسلام

سوال: ہمیں تو مرنے سے پہلے ہی کفن پہ شہادت نامہ کے 40 لوگوں کے دستخط کروا کے رکھنا ہی ہے کفن میں! تو مجھے یہ بتا دیں کہ عورتیں کریں گی یا مرد حضرات ظاہر ہے وہ تو مرنے کے بعد کی بات ہے یعنی ہم عورتوں سے دستخط کروا سکتی ہیں کفن پہ شہادت نامہ کے آپ بس اتنا بتا دیں۔

جواب: بسمہ سبحانہ! آپ عورتوں سے کفن پر دستخط کرا سکتیں ہیں۔ واللہ العالم

وبائی صورتحال کے پیش نظر ملاقاتوں کا سلسلہ بند ہے۔
پرانی خبریں مرجع عالی قدر دام ظلہ العالی کی نصیحتوں سے استفادہ کی خاطر نشر کی جا رہی ہیں

مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف کی خدمت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کا پُرسہ پیش کرنے آئے مؤمنین

مرجع مسلمین وجہانِ تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف نے مرکزی دفتر نجف اشرف عراق میں رسول اللہؐ کی رحلت کا پرسہ و تعزیت پیش کرنے آئے مختلف ممالک خاص کر ہندوستان وپاکستان اور خلیجی ممالک کے زائرین سے اپنی پدرانہ نصیحتوں اور ضروری ارشادات میں فرمایا کہ لازمی ہے کہ ہم مربی اعظم حضرت رسول اللہؐ کی حیات طیبہ سے درس وعبرت حاصل کریں رسول اسلام (ص) کے اخلاق، کردار اور زبانی تبلیغ تقریبا ترسٹھ سال تک جاری رہی پہلے چالیس سال تک اخلاق وکردار پیش کیا اور پورے جزیرہ عرب سے خود کو انکی زبان سے صادق وامین کہلوایا اسکے بعد زبانی تبلیغ شروع کی کہ جو تقریبا تئیس سال تک جاری رہی گویا کہ رسول اللہ (ص) نے اپنے کرداراوراخلاق سے تقریباترسٹھ سال تبلیغ کی اورزبانی تبلیغ تقریبا تئیس سال اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں کوئی ایسا بڑا شہر نہیں ہے کہ جہاں لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ (ص) کہنے والا نہ ہو لہٰذا میں ان مؤمنین کو دعوت دیتا ہوں کہ جو غیر اسلامی ممالک میں زندگی بسر کررہے ہیں وہ دین کی پابندی کی حدود میں رسول اسلام (ص) کا کردار اوراخلاقِ اسلامی پیش کریں اوراسکے ذریعہ حقیقی اسلام محمدی کی تبلیغ کریں اوردنیا کو اسلام کا روشن چہرہ دکھائیں اوراس پر مخلصانہ طورپر عمل کریں تاکہ دنیا وآخرت دونوں کامیاب ہوسکے۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف کی خدمت میں جمہوری اسلامی ایران کے صدر حجۃ الاسلام شیخ حسن روحانی دام عزہ

مرجع مسلمین و جہانِ تشیّع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف نے مرکزی دفتر نجف اشرف میں ملاقات کو آئے جمہوری اسلامی ایران کے صدر حجۃ الاسلام شیخ حسن روحانی دام عزہ کا انکے وفد کے ہمراہ استقبال کرتے ہوئے ان سے دوران گفتگو فرمایا کہ:

اس خطے میں عراق اور ایران کی قوت و طاقت اہمیت کی حامل ہے اسلئے کہ عراق اور ایران کے استقلال کے ساتھ ساتھ امنی استقرار پورے خطے کے امن وامان کے لئے ایک مہم عنصر ہے انہوں نے فرمایا کہ اس پورے خطے میں عراق کے بغیر امن و استقرار کا تصور ممکن نہیں ہے۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف نے اسلامی ممالک خصوصا جمہوری اسلامی ایران اور عراق کے درمیان بہتر ہوتے تعلقات پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دونوں ملک کی عوام کے حق میں بہتری ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ دونوں پڑوسی ملکوں کے عوام کی خدمت کے لئے عراق اور ایران کے درمیان مختلف شعبوں میں تعاون بہتر سے بہتر کرنے کے ساتھ ساتھ اسطرح سے عمل انجام دیا جائے کہ مشترک مفاد عامہ اور ملکوں کی استقلالیت محفوظ رہے۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف نے انسانیت خصوصا امت اسلامیہ کی عزت و کرامت کی حفاظت پر تاکید فرماتے ہوئے بیان کیا کہ امت اسلامیہ نے استکبار عالمی اور دہشت گردی سے بہت سارے مصائب و آلام کا سامنا کیا ہے اور کر رہے ہیں۔
آخر میں جمہوری اسلامی ایران کے صدر حجۃ الاسلام شیخ حسن روحانی دام عزہ نے مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف کا وقت دینے اور حسن استقبال پر شکریہ ادا کیا۔

اگر ماہر ڈاکٹر ایک دوسرے کے قریب ہونے سے منع کریں تاکہ جان کی حفاظت ہو سکے تو ماہر ڈاکٹروں کی نصیحتوں پر عمل کیا جائے اور بہتر ہے کہ ڈاکٹروں کی نصیحتوں پر عمل کے ساتھ نماز کو قائم کیا جائے یعنی ماسک اور دستانے پہن کر نماز ادا کی جائے اور ڈاکٹر اگر اس کے علاوہ کسی اور احتیاط کی پابندی کا کہیں تو اس احتیاط کی پابندی کی جائے اور یہی حکم ہے معصومین علیہم السلام کی مجالس اور انؑ کی ولادت کی محافل منعقد کرنے کے بارے میں کہ ان کو بھی اسی طرح برپا کیا جائے۔

مرجع مسلمین وجہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف

پاکستان میں سالانہ ممبر شپ حاصل کرنے کے لئے رابطہ نمبر +923125197082

www.soutulnajaf.com m.urdu@alnajafy.com facebook.com/soutunnajaf

مرکزی ایڈریس امیر المؤمنین علیہ السلام ٹرسٹ ، صدر مقام باٹا پور، نزد گیٹ نمبر ۲، باٹا فیکٹری لاہور پاکستان